اہلِ قبلہ کی حرمتِ تکفیر کتاب وسنت کی نظر میں

سید مزمل حسین نقوی*

کلیدی کلمات: اتحادو اتفاق،اہل قبلہ ،مومن ،امام جعفر صادق ،امام شافعی ،امام ابوحنیفہ، ابن تیمیہ۔

خلاصہ

اسلام نے باہمی روابط کے استحکام اور اجتماعی زندگی کو ایک عظیم نعمت قرار دیا ہے۔قرآن کی نظر میں اتفاق ایک نعمت اور انتشار و پراکندگی ایک عذاب ہے۔تاریخ اسلام کا یہ سیاہ ورق ہے کہ باہمی اختلاف کی بدولت سقوط بغداد کا المناک سانحہ پیش آیا اور جس کی وجہ سے امت مسلمہ کو بہت زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔اس فرقہ پرستی کی لعنت نے مسلمانوں کو کئی دہائیاں پیچھے دھکیل دیا۔ قرآن کے مطابق مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔رسول خداؐ کا فرمان ہے :اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اسے دھوکا دیتا ہے اور نہ اس کی اہانت کرتا ہے۔اسی طرح امام صادقؑ فرماتے ہیں: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کی آنکھ اور اس کے لیے آئینہ و راہنما ہے۔وہ اس سے خیانت نہیں کرتا، اس پر ظلم نہیں کرتا، اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور اس کی غیبت نہیں کرتا۔اسلامی معاشرے میں اتحاد و اتفاق کی فضا اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب ہمارا مطمح نظر مادیت کے بجائے روحانیت اور حصول دنیا کے بجائے دین کی ترویج ہو۔مومن کون ہے؟ قرآن اور روایات کی رو سے ایمان اور اسلام کا معیار کیا ہے؟ جو معیار و میزان قرآن وسنت نے بیان کیا ہے اگر کوئی اس پر پورا اترتا ہے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہے۔ کسی اور عمل کی وجہ سے اسے کافر کہنا غلط ہے۔ یہاں ہم وہ معیار بیان کرتے ہیں جن کی بنا پر انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔اس مقالے میں اسی معیار کو پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔لہٰذا مسلمان کو کافر کہنا جائز نہیں ہے جیساکہ حضرت ابو حنیفہ اور امام شافعی نے بھی کہا ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ کسی کو کافر کہنا ہی حقیقت میں کلمہ کفر ہے۔

مقدمہ

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کسی بھی معاشرے کے افراد کے باہمی تعلقات اور مل جل کر رہنے کی جتنی تاکید اسلام نے کی ہے کسی اور مذہب نے نہیں کی۔ باہمی روابط کے استحکام اور اجتماعی زندگی کو ایک عظیم نعمت قرار دیا ہے۔قرآن کریم میں خداوند کریم فرماتا ہے:

”وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا وَ کُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ۔“ (1)

ترجمہ:” اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور آپس میں تفرقہ پیدا نہ کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم لوگ آپس میں دشمن تھے اس نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کر دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم جہنم کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں نکال لیا اور اللہ اسی طرح اپنی آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔“

ایک اور مقام پر تو خدا نے اسے ایک معجزے کے طور پر بیان کیا ہے۔فرماتا ہے:

---

*۔ڈائریکٹر ریسرچ،البصیرہ ٹرسٹ،اسلام آباد

”وَ اَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیۡنَهُمۡ اِنَّهٗ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ۔“ (2)

ترجمہ: ”اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی ہے۔ اگر آپ روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر دیتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا کر دی ہے یقیناً وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔“

اتفاق کو نعمت اور انتشار و پراکندگی کو عذاب قرار دیتا ہے۔ قرآن میں خداوند کریم فرماتا ہے:

”قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَخَذَ اللّٰهُ سَمۡعَکُمۡ وَ اَبۡصَارَکُمۡ وَ خَتَمَ عَلٰی قُلُوۡبِکُمۡ مَّنۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِهٖ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُصَرِّفُ الۡاٰیٰتِ ثُمَّ هُمۡ یَصۡدِفُوۡنَ۔“ (3)

ترجمہ: ”کہہ دیجیے کہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ تمھارے اوپر سے یا تمھارے قدموں کے نیچے سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے یا تمھیں فرقوں میں الجھا کر ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیات کو کس طرح مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔“

اس آیت میں رسول خداﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ مجرموں کو تین طرح کے عذاب سے ڈرائیں۔ وہ عذاب جو آسمان سے نازل ہوتا ہے جس طرح آسمانی بجلی کا گرنا تیز بارش کا آنا جس طرح قوم نوح پر آئی تھی۔ دوسرا عذاب جو زمین کی طرف سے ہوتا ہے مثلاً زلزلہ طوفان وغیرہ اور تیسرا عذاب باہمی اختلاف اور فرقوں میں بٹ جانا۔

اس آیت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مسئلہ اختلاف اس قدر خطرناک ہے کہ اسے صاعقہ یعنی آسمانی کڑک اور زلزلے جیسے ہولناک عذابوں کے ساتھ قرار دیا گیا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ بعض اوقات اختلافات کی وجہ سے اس قدر قتل و غارت ہوئی اور بستی کی بستیاں ویران ہو گئیں ہیں کہ اس قدر اموات تو زلزلے اور آسمانی عذاب سے بھی نہیں ہوئیں۔ مذکورہ آیت کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے سرتابی کرکے انسان امن و عافیت کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کبھی اوپر سے بجلی کڑک رہی ہے۔ موسلا دھار بارشیں سیلاب کی صورت اختیار کرکے قیامت ڈھا رہی ہیں۔ کہیں زلزلے آباد شہروں کو کھنڈرات میں بدل رہے ہیں لیکن اس کے علاوہ سخت تر عذاب یہ ہے کہ آپس میں انتشار اور بے اتفاقی کی وبا پھوٹ پڑتی ہے۔ ایک قوم کے فرزند اور ایک ملت کے افراد مختلف ٹولیوں اور فرقوں میں بٹ جاتے ہیں۔ کہیں مذہب وجہ فساد بن جاتا ہے اور کہیں سیاست باعث انتشار۔ اپنوں کی عزت کو اپنے ہاتھوں خاک میں ملا دینا بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ اوروں کو رہنے دیجئے اپنے گھروں کا حال دیکھئے۔ جب سے ہم نے صراط مستقیم سے انحراف کیا ہے ہم کن پستیوں میں دھکیل دیے گئے ہیں۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک کعبہ پر ایمان رکھنے والے کس نفاق اور انتشار کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے۔ آمین۔“ (4)

تاریخ اسلام کے اس سیاہ ورق سے کون آشنا نہیں ہے کہ جب شیعہ و سنی اختلاف کی بدولت سقوط بغداد کا المناک سانحہ پیش آیا۔ یہ اختلاف اس قدر بڑھ گئے تھے کہ بعض افراد نے ہلاکو خان کو بغداد پر چڑھائی کی دعوت دی۔ اس نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر اہل بغداد پر جو مظالم ڈھائے اور جو سفاکی کی اور جو غارت گری اور خون ریزی روا رکھی اس کی داستان انتہائی المناک ہے۔ بغداد جو تہذیب و تمدن کا گہوارہ اور مذہبی دنیا کا عظیم ترین شہر تھا کھنڈرات کا ڈھیر بن گیا۔ صدیوں کے محفوظ علمی اور فنی ذخائر یا تو جلا دیے گئے یا دریا برد کر دیے گئے اور یوں تمدنی ترقی کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

آزاد دائرۃ المعارف کے مطابق اس حملے میں ایک لاکھ مسلمان مارے گئے تھے۔ شہر جلا دیا گیا تھا یہاں تک کہ بغداد کے کتب خانے بھی چنگیزی افواج کے حملے سے محفوظ نہیں رہے۔ بیت الحکمۃ جو کہ بے شمار قیمتی تاریخی دستاویزات اور طب سے لے کر علم فلکیات تک کے موضوعات پر لکھی گئی کتب

کا گھر تھا کو تباہ کر دیا گیا۔ عینی شاہدین کے مطابق دریائے دجلہ کا پانی ان کتب کی سیاہی سے سیاہ پڑ گیا جو بہت زیادہ دریا میں پھینک دی گئی تھیں۔ نہ صرف یہ بلکہ کئی دنوں تک اس کا پانی سائنسدانوں اور فلسفیوں کے خون سے سرخ رہا۔ وصاف کا دعویٰ ہے کہ انسانی زندگی کا نقصان کئی لاکھ تھا۔ (5)

اس طرح باہمی اختلافات کی وجہ سے امت مسلمہ کو بہت زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اس فرقہ پرستی کی لعنت نے مسلمانوں کو کئی دہائیاں پیچھے دھکیل دیا۔ اسی لیے خدا اور اس کے رسول نے ہمیشہ اتحاد و اتفاق اور اخوت و بھائی چارے پر زور دیا ہے۔

''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ '' (6)

ترجمہ: ''یقیناً مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں: ''کونوا عباداللہ اخواناً المسلم اخوالمسلم لا یظلمه ولا یخذله ولا یحقرہ۔'' (7) یعنی ''اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اسے دھوکا دیتا ہے اور نہ اس کی اہانت کرتا ہے۔''

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''المسلم اخو المسلم هو عینه و مرآته و دلیله لا یخونه ولا یخدعه و لا یظلمه ولا یکذبه ولا یغتابه۔'' (8) یعنی ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کی آنکھ اور اس کے لیے آئینہ و راہنما ہے۔ وہ اس سے خیانت نہیں کرتا، اس پر ظلم نہیں کرتا، اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور اس کی غیبت نہیں کرتا۔''

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اتحاد و اتفاق باعث خیر و برکت اور اجتماعی عروج و ارتقاء کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ جبکہ افتراق و انتشار تباہی و بربادی اور غربت و افلاس کا پیش خیمہ ہے۔ انسانی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہر دور میں وہی قومیں اپنی عظمت و سطوت کے پرچم لہراتی رہی ہیں۔ جنھوں نے باہمی بغض و عناد اور اختلاف و انتشار سے دور رہ کر اپنی پوری توانائی ملی اور معاشرتی اصلاح کے لیے خرچ کی۔ اس کے برعکس وہ قومیں جو خانہ جنگی کا شکار ہو کر الگ الگ گروہوں میں بٹ گئیں انھیں زندگی کے ہر شعبے میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

عالمی منظر نامے میں مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کسی بھی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مسلمان معاشیات، اقتصادیات، سیاست سمیت زندگی کے تمام شعبوں میں دوسری اقوام سے پیچھے ہیں۔ باہمی اختلافات نے انھیں کھوکھلا کر رکھا ہے۔ تمام تر معدنی ذخائر رکھتے ہوئے زندگی کے تمام شعبوں میں دوسروں کے دست گھر بنے ہوئے ہیں۔

اسلام دشمن عناصر اس وقت اپنی پوری قوت و طاقت اس مقصد پر صرف کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد کو ہر صورت میں روکا جائے اور انھیں مسلکی اور مشربی مسائل میں اس طرح الجھا دیا جائے کہ انھیں ان کے حل کا موقع ہی نہ مل سکے۔ اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے وہ وقتاً فوقتاً نئے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں اور مسلمان انھیں سمجھے بغیر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی تشویق ناک صورت حال سے نمٹنے کے لیے باہمی مذاکرات اور افہام و تفہیم کے ساتھ ساتھ قرآنی اور اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ اسلام نے ہر موڑ پر فرد پر جماعت کو ترجیح دی ہے۔ انفرادیت کی بجائے اجتماعیت کو باعث فتح و نصرت قرار دیا ہے۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

''فان ید اللہ علی الجماعة وان الشیطان مع من فارق الجماعة۔'' (9)

یعنی ''اللہ کا ید رحمت جماعت کے سر پر ہوتا ہے اور اس کا ساتھی شیطان ہوتا ہے جو جماعت سے الگ ہو جائے۔''

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایھا الناس علیکم بالجماعة وایاکم والفرقة۔'' (10)

یعنی ''اے لوگو! متحد رہو اور تفرقہ سے بچو۔''

اسلامی معاشرے میں اتحاد و اتفاق کی فضا اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب ہمارا مطمح نظر مادیت کے بجائے روحانیت اور حصول دنیا کے بجائے دین کی ترویج ہو۔ باہمی بغض و عناد اور بے جا مذہبی تعصّبات سے بالاتر ہو کر ہم ایمانی رشتہ اخوت کے بندھن میں بندھ جائیں اور ایک دوسرے کے متعلق اپنے دل میں دردمندانہ جذبہ پیدا کریں لیکن آج حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہو چکے ہیں۔ خلوص و للھیت ختم ہو چکی ہے۔ ذاتی مفاد کی خاطر امت کا بڑے سے بڑا نقصان بھی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لیا جاتا ہے۔ بعض جاہ طلب افراد دنیا طلبی کی خاطر ہمیشہ مذہبی اختلافات کو ہوا دیتے رہتے ہیں۔ انھیں امت مسلمہ کا اتفاق ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اختلاف و انتشار کی آگ بھڑکانے کے لیے اپنی ذہنی و فکری توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ مسلمانوں کے درمیان نظریاتی اختلاف موجود ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ ہر فرقہ اپنے اپنے نظریے اور عقیدے پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ خود کو برحق اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہے۔ نظریوں کا یہ اختلاف اپنی جگہ لیکن اس کی وجہ سے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ وہ شخص جو خود کو مسلمان کہتا ہے۔ خدا کی وحدانیت اور خاتم النبیین کی گواہی دیتا ہے اگر اس کا کوئی نظریہ ہمارے نظریے سے نہیں ملتا۔ اس کے بعض عقائد ہمارے عقائد سے نہیں ملتے تو اسے ہم اسلام سے خارج نہیں کر سکتے۔ اسے لاعلم اور جاہل تو کہہ سکتے ہیں لیکن کافر نہیں کہہ سکتے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔" (11)

ترجمہ: "اور جو تم پر سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔"

اس آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے چوتھی صدی کے مشہور مفسر جصاص کہتے ہیں:

"مسلمانوں کو رسول خدا ﷺ نے ایک جنگ کی طرف بھیجا۔ راستے میں انھیں ایک شخص نظر آیا۔ اس کے پاس بہت سارا مال تھا۔ اس نے ان پر سلام کیا اور کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لیکن محلم بن جثامہ نے اسے قتل کر دیا۔ جب وہ واپس آئے اور رسول خدا ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا اسے کیوں قتل کیا ہے جبکہ وہ اسلام لا چکا تھا۔ محلم نے کہا اس نے قتل کے ڈر سے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ فرمایا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا۔ پھر آپؐ نے اس کے وارثین کو دیت ادا کی اور اس کا تمام مال بھی اس کے ورثا کو واپس کر دیا۔" (12)

اس آیت کے ذیل میں مشہور مفسر شوکانی کہتے ہیں:

"یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جو کسی کافر کو لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کرے گا وہ گناہ قتل کا مرتکب ہوگا کیونکہ یہ جملہ کہنے سے اس کی جان، مال اور اہل و عیال محفوظ ہو گئے ہیں۔ چونکہ رسول خدا ﷺ کے دور میں ایسا ہو چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسے شخص کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ جو قتل کے خوف سے کلمہ پڑھ لے وہ مسلمان نہیں ہو جاتا اور نہ ہی اس کا خون قابل احترام قرار پاتا ہے، مسلمان اسی وقت ہوگا جب وہ کسی خوف و ڈر کے بغیر کلمہ پڑھے جبکہ آنحضرت ﷺ نے ہر کلمہ پڑھنے والے کو مسلمان قرار دیا ہے۔ اقرار اور تسلیم بھی کلمہ کے حکم میں ہے، مثلاً اگر وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں یا یہ کہتا ہے کہ تمھارے دین پر ہوں تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔" (13)

مومن کون ہے؟ قرآن اور روایات کی رو سے ایمان اور اسلام کا معیار کیا ہے؟ جو معیار و میزان قرآن و سنت نے بیان کیا ہے اگر کوئی اس پر پورا اترتا ہے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہے۔ کسی اور عمل کی وجہ سے اسے کافر کہنا غلط ہے۔ یہاں ہم وہ معیار بیان کرتے ہیں جن کی بنا پر انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

مومن از نظر قرآن

سورہ بقرہ میں خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ ”وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ۔“ (14)

ترجمہ: ”اور مومن وہ ہیں جو اللہ، اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔“

۲۔ ”وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ۔“ (15)

ترجمہ: ”بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو بھی اللہ، روز آخرت، فرشتوں، کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے۔۔۔“

۳۔ ”ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔“ (16)

ترجمہ: ”یہ نصیحت اس کے لیے ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔“

۴۔ ”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔“ (17)

ترجمہ: ”یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں پھر شک نہ کریں اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کریں، حقیقتاً یہی لوگ سچے ہیں۔“

اسلام اور ایمان از نظر روایات

۱۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول خداﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا اسلام کیا ہے؟ فرمایا: ”شهادة ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله و تقيم الصلاة و تؤتی الزكاة و تصوم رمضان و تحج البيت۔“ یعنی: ”خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکات دینا، روزہ رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔“ اس نے پوچھا ایمان کیا ہے؟ فرمایا: ”ان تومن بالله و ملائكته والجنة والنار والبعث بعد الموت والقدر۔“ (18) یعنی: ”کہ تو اللہ، اس کے ملائکہ، جنت، جہنم، موت کے بعد زندہ ہونے اور قضا و قدر پر ایمان لے آئے۔“

۲۔ جب رسول خداﷺ حضرت علی علیہ السلام کو جنگ خیبر میں مرحب کے مقابلے میں بھیجنے لگے تو آپؑ نے آنحضرتﷺ سے پوچھا کب تک جنگ کروں تو فرمایا:

”قاتلهم حتی يشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله فاذا فعلوا ذلك فقد منعوا منك دمائهم و اموالهم الا بحقها و حسابهم علی الله۔“ (19)

یعنی ”ان سے جنگ کرنا یہاں تک کہ وہ خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دے دیں۔ جب وہ کلمہ پڑھ لیں تو پھر ان کا خون اور ان کا مال محفوظ ہے مگر جہاں حق ہو اور ان کا حساب خدا کے ہاتھ میں ہے۔“

۳۔ عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے فرمایا:

”امرت ان اقاتل الناس حتی ... الا بحق الاسلام و حسابهم علی الله۔“ (20)

یعنی ”مجھے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا کی وحدانیت اور محمدﷺ کی رسالت کی گواہی دے دیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں۔ جب وہ اس طرح کریں گے تو میری طرف سے ان کی جان اور اموال محفوظ ہیں مگر حق اسلام کی خاطر اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔“

۴۔ عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے فرمایا:

"بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ و اقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ والحج و صوم رمضان۔" (21)

یعنی "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔"

مذکورہ بالا آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کی وحدانیت، آنحضرتﷺ کی رسالت، قیامت، ملائکہ اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا قائل ہو جاتا ہے۔ نیز نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کے وجوب کو تسلیم کر لیتا ہے وہ در حقیقت دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ مسلمان اور مومن ہے۔ اس پر اسلام کے تمام احکام جاری ہوں گے۔ اگرچہ وہ نماز و روزہ اور حج و زکوۃ کا پابند نہیں ہے یعنی ان کے وجوب کا قائل ہے لیکن بجا نہیں لاتا۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ فاسق اور گناہگار ہے۔ اس کی جان و مال اور عزت و آبرو قابل احترام ہیں۔ ایسے شخص کو کافر کہنا سنگین جرم ہے۔ خدا اور اس کے رسولﷺ نے تو مسلمان کی غیبت کرنے اور اس پر بہتان باندھنے سے منع کیا ہے۔ چہ جائیکہ اسے کافر کہنا، آنحضرتﷺ فرماتے ہیں:

"المسلم علی المسلم حرام دمہ و عرضہ و مالہ۔" (22)

یعنی "مسلمان کا ایک دوسرے پر خون، عزت اور مال حرام ہے۔"

خوارج نے جب حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوں کو کافر کہنا شروع کیا تو آپﷺ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا:

"تم جانتے ہو کہ رسول خداﷺ نے جب زانی کو سنگسار کیا تو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور اس کے وارثوں کو اس کا ورثہ بھی دلوایا۔ قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی، چور کے ہاتھ کاٹے اور زنا غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انھیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا۔ انھوں نے مسلمان ہونے کی حیثیت سے مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کیے۔ اس طرح رسول خداﷺ نے ان کے گناہوں کی سزا انھیں دی اور جو ان کے متعلق اللہ کا حق تھا اسے جاری بھی کیا۔ مگر انھیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کیے۔ تم ہو ہی شر پسند اور وہی ہو جنھیں شیطان نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے آلہ کار بنا رکھا ہے اور اس طرح گمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے۔" (23)

سورہ حجرات ۱۰ تا ۱۲ میں خدا فرماتا ہے:

"مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے ایمان والو کوئی گروہ کسی گروہ کا مذاق نہ اڑائے اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں چونکہ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کرو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام لینا فسق ہے اور جو توبہ نہیں کرتے وہی ظالم ہیں۔ اے ایمان والو، بہت سی بدگمانیوں سے بچو بعض بدگمانیاں یقیناً گناہ ہیں اور تجسّس بھی نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کرو کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ یقیناً تم اس سے نفرت کرتے ہو۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"من روی علی مومن روایۃ یرید بھا شینہ و ھدم مروئتہ لیسقط من اعین الناس اخرجہ اللہ من ولایتہ الی ولایۃ الشیطان فلا یقبلہ الشیطان۔" (24)

یعنی ''جو کسی مومن کی آبروریزی اور عیب جوئی کی خاطر کوئی بات کرے تاکہ اسے لوگوں کی نظروں سے گرادے تو خدا اسے اپنی ولایت سے نکال کر شیطان کی ولایت کی طرف دھکیل دیتا ہے لیکن شیطان بھی اسے قبول نہیں کرتا۔''

مومن پر تہمت لگانا

تہمت یعنی کسی کے متعلق ایسی بات کہنا جو اس میں نہ ہو، اسلام نے اس سے سختی سے منع کیا ہے، اسے گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے اور اس پر جہنم کی سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

''من بهت مومنا او مومنة اوقال فيه ماليس فيه اقامه الله عزوجل يوم القيامة على تل من نار حتى يخرج مما قال فيه۔'' (25)

یعنی ''جو کسی مومن یا مومنہ پر بہتان تراشی کرے یا اس کے بارے میں ایسی بات کہے جو اس میں نہیں ہے تو قیامت کے دن خدا اسے آگ کے ٹیلے پر کھڑا کردے گا یہاں تک کہ اپنی کہی ہوئی بات سے دستبردار ہو جائے۔''

اسی بہتان کے متعلق امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''البهتان على البرئ اثقل من الجبال الراسيات۔'' (26) یعنی ''کسی بے گناہ پر الزام تراشی مضبوط پہاڑوں سے بھی زیادہ سنگین ہے۔''

مومن کو گالی دینا

مومن کی اہانت کرنا گناہان کبیرہ میں سے ہے۔ گالی گلوچ کے ذریعے ہو، مذاق اڑانے کی شکل میں ہو۔ برے القاب کی صورت میں ہو۔ بہر حال مومن کی اہانت جس شکل میں بھی ہو خدا اور اس کے رسول نے اس کی سخت مذمت کی ہے۔ قرآن کریم میں خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے:

''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔'' (27)

ترجمہ: ''اے ایمان والو کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگایا کرو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام لینا انتہائی نامناسب ہے اور جو توبہ نہیں کریں گے یقیناً وہی ظالم ہیں۔''

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں: ''سباب المؤمن فسق وقتاله كفر۔'' (28) یعنی ''مومن کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔'' ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''لعن المومن كقتله و من قتل نفسه بشئ فى الدنيا عذب به يوم القيامة۔'' (29) یعنی ''مومن پر لعنت اسے قتل کرنے کے مترادف ہے اور جو کسی کو دنیا میں جس شے سے قتل کرے گا قیامت کے دن اسی شے سے اسے عذاب دیا جائے گا۔''

مومن کو کافر کہنا

مذکورہ بالا آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا و رسول ﷺ کی نظر میں مومن کا بہت بڑا مقام ہے۔ اسلام اس کی حرمت کا قائل ہے۔ کسی صورت میں اس کی اہانت برداشت نہیں کرتا۔ اس کی اہانت کرنے والے اور اسے تکلیف پہنچانے والے کی سخت مذمت کی ہے اور اسے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ خصوصاً جو کسی مسلمان اور اہل ایمان کو کافر کہتا ہے خدا اور رسول ﷺ نے سخت الفاظ میں اس کی سرزنش کی ہے اور خود اس کے اسلام کو مشکوک قرار دیا ہے۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

"ایما رجل مسلم أکفر رجلا مسلما فان کان کافراً والا کان ھو الکافر۔" (30)

یعنی "جو بھی مسلمان کسی مسلمان کو کافر کہے گا اگر وہ کافر ہوا تو ٹھیک وگرنہ کہنے والا کافر ہو گا۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

"ایما امریٔ قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت علیه۔" (31)

"جو بھی اپنے بھائی کو کافر کہہ کر مخاطب کرے گا تو ان دو میں سے ایک یقیناً کافر ہے۔ اگر وہ کافر ہے تو ٹھیک وگرنہ کہنے والا کافر ہے۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ملعون ملعون من رمی مؤمنا بکفر ومن رمی مؤمنا بکفر فھو کقتله۔" (32)

یعنی "ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو کافر کہتا ہے اور جو مومن کو کافر کہتا ہے وہ اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔"

انہی سخت تاکیدات اور توعیدات کی وجہ سے روز اول سے مسلمان آئمہ اور فقہا نے کسی مسلمان کو کافر کہنے سے نہ صرف اجتناب کیا ہے بلکہ ایسے افراد سے بیزاری کا اظہار کیا ہے جو مسلمانوں کو کافر کہتے تھے۔ ذیل میں ہم بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

فقہاء و علماء شیعہ

۱۔ شیخ صدوقؒ کہتے ہیں:

"الاسلام ھو الاقرار بالشھادتین و ھو الذی یحقن به الدماء والاموال ومن قال لا اله الا الله محمد رسول الله فقد حقن ماله و دمه۔۔۔" (33)

"اسلام شھادتین کے اقرار کا نام ہے۔ اسی سے جان اور اموال محفوظ ہوتے ہیں۔ جو لا اله الا الله محمد رسول الله کہہ دے تو اس کا مال اور جان محفوظ ہے۔"

یعنی جو اس کے مال یا جان کو نقصان پہنچائے گا وہ گنہگار ہے اور خداوند کریم اس بارے میں اس سے پوچھے گا۔ قیامت کے دن اسے اس کا حساب دینا ہو گا۔

۲۔ محقق حلی کہتے ہیں:

"یکفی فی الاسلام الاقرار بالشھادتین۔" (34)

"شھادتین کا اقرار کر لینا مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے۔"

اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں حرقہ قبیلے والوں کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کیا اور انھیں شکست دی۔ میں اور ایک انصاری شخص ایک آدمی سے بھڑ گئے جب ہم نے اسے گھیر لیا تو وہ لا اله الا الله کہنے لگا۔ یہ سنتے ہی انصاری نے تو ہاتھ روک لیا لیکن میں نے

نیزہ مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ جنگ سے واپسی پر جب رسول خداﷺ کے پاس آئے تو آپﷺ نے فرمایا اے اسامہ تو نے لاالہ الااللہ کہنے کے بعد اسے قتل کر دیا۔ میں نے عرض کیا اس نے خوف کی وجہ سے کلمہ پڑھا تھا لیکن آپﷺ وہی فرماتے رہے کہ تو نے اسے قتل کیوں کیا ہے۔ آپﷺ نے اتنا تکرار کیا کہ میں آرزو کرنے لگا کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا تاکہ یہ گناہ معاف ہو جاتا۔

فقہا و علماء اہل سنت

ا۔ ابو الحسن الاشعری کے مایہ ناز شاگرد زاہر بن احمد سرخی کہتے ہیں کہ جب ابو الحسن اشعری کا وقت وفات قریب آیا تو وہ بغداد میں میرے گھر پر تھے۔ مجھے بلا کر کہتے ہیں:

"اشھد علی انی لا اکفر احدًا من اھل ھذہ القبلة لان الکل یشیرون الی معبود واحد و انما ھذا اختلاف العبارات۔" (35)

"گواہ رہنا میں اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہتا کیونکہ یہ تمام لوگ ایک ہی معبود کی طرف گامزن ہیں فقط الفاظ میں اختلاف ہے۔"

۲۔ امام اعظم کا نظریہ

ملا علی قاری کہتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ معتقد ہیں کہ جب تک کوئی مسلمان خدا کے حرام کردہ کو حلال نہیں کہتا چاہے جتنا بھی گناہگار ہو اسے کافر نہیں کہہ سکتے بلکہ اس پر درحقیقت مومن کا عنوان صادق آئے گا۔" (36)

مزید لکھتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہتے تھے اور یہی اکثر فقہا کا نظریہ ہے۔"

اس لیے جن افراد نے بعض اہل قبلہ کی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے انھوں نے مشہور اور بڑے فقہا اور متکلمین کے نظریہ کی مخالفت کی ہے۔ بقول ان کے ایسا فتویٰ دینے والے نامعلوم فقہا ہیں اور ان کے فتویٰ کی کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا فتویٰ حجت نہیں ہے جبکہ تکفیر کا فتویٰ قطعی دلائل کے منافی ہے۔ مزید برآں مسلمان کو کافر کہنے سے کئی ظاہری اور معنوی مفاسد جنم لیتے ہیں۔ لہٰذا بعض افراد کا یہ فتویٰ (تکفیر) قابل اعتبار نہیں ہے۔ (37)

۳۔ ابو جعفر طحاوی معیار تکفیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہم اس وقت تک ہر اہل قبلہ کو مسلمان اور مومن سمجھتے ہیں جب تک وہ ان چیزوں کی تصدیق کرتا ہے جو رسول خداﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے آئے ہیں۔

اہل قبلہ سے مراد وہ افراد ہیں جو مسلمان ہونے کا ادعا کرتے ہیں۔ کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ اگرچہ گناہگار ہی کیوں نہ ہو۔ یہ افراد اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں جب تک رسول خداﷺ کے احکام کی تکذیب نہیں کرتے۔ (38)

۴۔ ابن ھمام حنفی (م۸۶۱ھ) شرح الھدایۃ میں لکھتے ہیں:

مسلمان اور اہل قبلہ کو کافر کہنا جائز نہیں ہے جس طرح کہ حضرت ابو حنیفہ اور امام شافعی نے بھی کہا ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ کسی کو کافر کہنا ہی حقیقت میں کلمہ کفر ہے۔ (39)

۵۔ ابوالحسن اشعری مقالات اسلامیین میں کہتے ہیں:

رسول خداﷺ کے بعد مسلمان کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہوئے حتیٰ کہ ایک دوسرے کو گمراہ کہنے لگے اور ایک دوسرے سے بیزاری کرنے لگے۔اس طرح مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ گئے لیکن اسی کے باوجود وہ سب پرچم اسلام کے تحت آتے ہیں۔(40)

٦۔ تفتازانی اپنی کتاب شرح المقاصد میں لکھتے ہیں:

اہل قبلہ میں سے جب تک کوئی ضروریات دین مثلاً حدوث عالم اور محشر وغیرہ کاانکار نہ کرے وہ کافر نہیں ہے۔(41)

ابن تیمیہ اور مسئلہ تکفیر

ابن تیمیہ معتقد ہے کہ تکفیر یعنی کسی کو کافر قرار دینا کلی طور پر ایک شرعی مسئلہ ہے۔ لہٰذا کتاب اور سنت کی بنیاد پر اسے حل کرنا ہوگا۔ کافر وہ ہے جسے خدااور رسولﷺ نے کافر کہا ہے۔ یا وہ ان احکام کی تکذیب کرے جسے رسولﷺ نے خدا کی طرف سے بیان کیا ہے۔ بنابریں وہ افراد جو ہواو ہوس میں مبتلا ہیں اور ہمارے مخالف ہیں انھیں کافر کہنے سے اجتناب کیا جائے۔ اگرچہ وہ ہمیں کافر کہتے ہوں اور ہمارے خون کو مباح سمجھتے ہوں۔

اس کے بعد ابن تیمیہ ان احادیث نبوی کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مسلمان کے خون، مال اور آبرو کے محفوظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً

"من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلك المسلم الذی له ذمة الله و ذمة رسوله۔" (42)

"جو ہماری طرح نماز پڑھتا ہے، ہمارے قبلہ کو اپنا قبلہ قرار دیتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اس کے رسولﷺ کے ذمہ ہے۔"

یا وہ روایات جو اظہار شھادتین اور اسلام کے ظواہر احکام کے اقرار کو اسلام کا معیار وملاک قرار دیتی ہیں۔ یہ تمام روایات صحیح ہیں۔ علماء سلف نے انہی روایات پر عمل کیا ہے اور اپنے درمیان سنگین اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کو کافر کہنے سے اجتناب کیا ہے۔ خوارج جن کے قتل کا رسول خدا نے حکم دیا تھا، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان سے جنگ کی۔ صحابہ اور تابعین میں سے آئمہ دین اور ان کے بعد آنے والے فقہا ان کے قتل کو برحق سمجھتے تھے لیکن اس کے باوجود نہ حضرت علی علیہ السلام نے اور نہ دوسرے صحابہ نے انھیں کافر کہا۔ خوارج سے جنگ درحقیقت ظلم وبغاوت کو کچلنے کے لیے تھی نہ کہ ان کے کافر ہونے کی وجہ سے۔ اسی لیے صحابہ نے ان سے جنگ کے بعد وہ احکام جاری نہیں کیے جو کفار کے ساتھ جنگ کی صورت میں جاری کیے جاتے ہیں۔(43)

حوالہ جات

1۔ عمران: ١٠٣

2۔انفال: ٦٣

3۔انعام: ٦٥

4۔پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور پاکستان، ج١، ص ٥٦٦

5۔ ur.wikipedia.org

6۔ حجرات: ١٠

7۔ مسلم نیشاپوری (م۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، بیروت، لبنان، دارالفکر، ج۸، ص۱۱

8۔ کلینی (م۳۲۹ھ) الکافی، طھران، ایران، دارالکتب الاسلامیہ، طبع چہارم، ج ۲، ص ۱۶۶

9۔ نسائی (م۳۰۳ھ) سنن الکبریٰ، بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، ج ۲، ص ۲۹۲، ح ۳۴۸۳

10۔ امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) مسند احمد، بیروت، لبنان، دار صادر، ج۵، ص ۳۷۰

11۔ نسائیؒ: ۹۴

12۔ جصاص (م۳۷۰ھ) احکام القرآن، بیروت، لبنان، داراحیاء التراث العربی، طبع ۱۴۰۵ھ، ج۳، ص ۲۲۳

13۔ شوکانی (۱۲۵۵ھ) فتح القدیر، بیروت، دار ابن کثیر، ج۱، ص۵۷۹

14۔ بقرہ: ۲۸۵

15۔ بقرہ: ۱۷۷

16۔ بقرہ: ۲۳۲

17۔ حجرات: ۱۵

18۔ امام احمد (م۲۴۱ھ) مسند احمد، بیروت، لبنان، دار صادر، ج۱، ص ۲۷

19۔ شیخ طوسی (م۳۶۰ھ) الامالی، قم، ایران، دارالثقافۃ، ص۳۸۱ = نیز: مسلم نیشاپوری (م۲۶۱ھ) صحیح مسلم، بیروت، لبنان، دارالفکر، ج ۷، ص ۱۲۱

20۔ بخاری (م۲۵۶ھ) صحیح بخاری، دارالفکر، طبع ۱۹۸۱ئ، ج۱، ص ۱۱

21۔ بخاری (م۲۵۶ھ) صحیح بخاری، دارالفکر، طبع ۱۹۸۱ئ، ج۱، ص ۷

22۔ احمد ابن حنبل (م۲۴۱ھ) مسند احمد، بیروت، لبنان، دار صادر، ج۳، ص۴۹۱

23۔ نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۲۵

24۔ کلینی (م۳۲۹ھ) الکافی، تہران، ایران، دارالکتب الاسلامیہ، ج۲، ص۳۵۸

25۔ متقی ہندی (م۹۷۵ھ) کنزالعمال، بیروت، لبنان، موسسہ الرسالہ، طبع ۱۹۸۹، ج۳، ص ۵۶۴، ح ۷۹۲۴

26۔ شیخ صدوق (م۳۸۱ھ) الامالی، قم، ایران، موسسہ البعثۃ، ص۳۱۷

27۔ حجرات: ۱۱

28۔ امام احمد (م۲۴۱ھ) مسند احمد، بیروت، لبنان، دار صادر، ج۱، ص ۴۳۹

29۔ عبداللہ بن بھرام دارمی (م۲۵۵ھ) سنن الدارمی، دمشق، مطبعۃ الاعتدال

30۔ ابن اشعث سجستانی (م۲۷۵ھ) سنن ابی دائود، دارالفکر، ج۲، ص ۴۰۹

31۔ مسلم نیشاپوری (م۲۶۱ھ) صحیح مسلم، بیروت، لبنان، دارالفکر، ج۱، ص ۵۷

32۔ ابوالفتح الکراجی (م۴۴۹ھ) کنزالفوائد، قم، ایران، مکتبۃ المصطفوی، طبع دوئم، ص ۶۳

33 ۔ شیخ صدوق (م۳۸۱ھ) الھدایۃ، قم، ایران، موسسہ الامام الھادی، ص ۵۴

34۔ محقق حلی (م۶۷۶ھ) شرائع الاسلام، طہران، ایران، ج ۳، ص ۶۳۲

35۔ بیہقی (م۴۵۸ھ) السنن الکبری، دارالفکر، ج۱۰، ص ۲۰۷

36 ۔ ملا علی قاری (۱۰۱۴) شرح کتاب الفقہ الاکبر، تحقیق علی محمد، بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، طبع ۱۹۹۵، ص۳۲۵

37 ۔ ملا علی قاری (۱۰۱۴) شرح کتاب الفقہ الاکبر، تحقیق علی محمد، بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، طبع ۱۹۹۵، ص۱۸۹

38۔ ابن ابی العز دمشقی، شرح العقیدۃ الطحاویہ، تحقیق ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی، بیروت، لبنان، موسسہ الرسالہ، طبع اول، ۱۹۸۸، ج ۲، ص ۴۲۶

39۔ مقالہ مولوی کاشانی، ص ۹۰

40۔ اشعری (م ۳۲۴ھ) مقالات اسلامیین، تحقیق محمد محی الدین، بیروت، لبنان، مکتبہ العصریہ، طبع ۱۴۱۹ھ، ج۱، ص ۳۴

41 ۔ تفتازانی (م ۷۹۱ھ) شرح المقاصد فی الکلام، پاکستان، دار المعارف، طبع اول، ۱۹۸۱

42 ۔ بخاری (م ۲۵۶ھ) صحیح البخاری، بیروت، لبنان، دار الفکر، طبع ۱۹۸۱ئ، ج۱، ص ۱۰۲

43۔ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) مجموع الفتاویٰ، تحقیق عبدالرحمٰن، مکتبہ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، موسسہ قرطبہ، طبع ۱۴۰۶ھ، ص ۹۵